Dr Imran Sajid[1]

Dr Rashir Muneer[2]

غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کی سکونت: شرعی جواز، حدود اور ضوابط

Muslim Residence in Non-Muslim Countries: Islamic Legal Permissibility, Limits, and Regulations

This study examines the Islamic legal status of Muslim residence in non-Muslim countries in light of the Qur'an, Sunnah, and classical Islamic jurisprudence. It critically analyzes the opinions of the four major Sunni schools of thought regarding the permissibility of such residence and the obligation of migration (Hijrah). Employing a comparative and analytical approach, the research explores the arguments of scholars who prohibit residence in non-Muslim territories and those who permit it under specific conditions. Particular attention is given to the historical context of migration, the migration of Muslims to Abyssinia, and relevant Prophetic traditions. The findings reveal that Islamic jurists generally agree on the obligation of migration when Muslims are unable to practice their religion freely and possess the means to relocate. However, differences arise when Muslims can openly profess their faith and fulfill their religious obligations. The majority of jurists consider migration non-obligatory in such circumstances. The study concludes that residence in non-Muslim countries is conditionally permissible, provided that Muslims can preserve their religious identity, fulfill their religious obligations, and remain protected from serious threats to their faith.

Keywords: Muslim Residence, Non-Muslim Countries, Islamic Jurisprudence, Hijrah, Religious Freedom.

مسلمانوں کے لیے غیر مسلم ممالک میں سکونت کے حوالے سے فقہاء کی مختلف آراء ہیں۔ عمومی طور پر فقہاء نے اس مسئلے کو مختلف شرائط اور حالات کے تحت بیان کیا ہے۔ یہاں چند اہم آراء پیش کی جاتی ہیں:

حنفیہ کے نزدیک:

احناف کے نزدیک فتح مکہ سے قبل مدینہ کی طرف ہجرت واجب تھی، بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا۔

(1) Assistant Prof. Department of Natural sciences and Humanities, UET Lahore (Ksk Campus).

(2) Assistant Prof. Department of Natural sciences and Humanities, UET Lahore (Ksk Campus).

امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گھروں سے دار المہاجرین کی طرف ہجرت سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حکم تب کا ہے جب فتح مکہ سے قبل ہجرت فرض تھی، ہر مسلمان کے لیے لازم تھا کہ وہ مدینہ ہجرت کرے تا کہ احکام دینیہ سیکھے اور اہل ایمان کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی۔" یہ آیت فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو گئی۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا: "فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے بلکہ جہاد اور نیت ہے۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ "مہاجر وہ ہے جس نے برائی کو ترک کر دیا اور اس چیز کو چھوڑ دیا جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے۔"[3]

احناف کے ہاں دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کی صرف فرضیت منسوخ ہوئی ہے اس کی مشروعیت باقی ہے۔ جب ان کے ہاں دار الکفر سے دار الاسلام کی طرف ہجرت کی مشروعیت برقرار ہے تو پھر ان کے ہاں کفار کے علاقوں میں قیام بھی درست نہیں ہو گا۔

علامہ جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرکین کے ہاں قیام درست نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا} "کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے۔" یہ دلیل ہے کہ شرکیہ سرزمین سے سرزمینِ اسلام کی طرف نکلا جائے گا۔"[4]

احناف کے ان اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ہاں شرکیہ سرزمین میں قیام کی ممانعت مطلق نہیں ہے بلکہ صرف فتنہ کے خوف کی صورت میں ہے۔ اور ان کا استدلال اس سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے قبل 'حبشہ' دار الکفر تھا۔ اور وہاں قیام مسلمانوں کے لیے جائز تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت مدینہ سے قبل حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تھا۔

مالکیہ کے ہاں:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بلاد حرب میں تجارت کے لیے جانے کو شدید ناپسند کیا ہے۔ اور ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بلاد کفر میں اسلام قبول کرنے والوں کے لیے بلاد اسلامیہ میں ہجرت واجب کر دی ہے، کیونکہ وہاں کفار کے احکامات جاری و ساری ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا[5]

" جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دار الاسلام میں) آ نہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

اور فرمایا:

---

[3] السرخسي، محمد بن أحمد، المبسوط (بيروت: دارالمعارف، 1993)، 6 : 10

[4] الجصاص، أحمد بن علي أبوبكر، أحكام القرآن، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1994)، 2: 314

[5] الأنفال:72

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّـهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَـٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا[6]

" جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے اُن کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ مکہ کی ایک قوم نے اسلام قبول کیا۔ لیکن انھوں نے مدینہ کو ہجرت نہ کی۔ مکہ میں رہتے ہوئے وہ فتنے میں یوں مبتلا ہو گئے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں قتال کے لیے مشرکین کے ساتھ مل گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی معافی قبول نہ کی کہ جب انھوں نے کہا ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے۔ ان سے کہا گیا کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے.... یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سچے لوگوں کے عذر کے بارے میں فرمایا کہ ہاں مرد و خواتین اور بچوں میں سے وہ لوگ جو واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا راستہ نہیں پاتے۔ یعنی بالکل بے بس ہیں اور ہجرت کے قابل نہیں اگر نکلیں گے تو مارے جائیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں قریب ہے اللہ ان کو معاف کر دے یعنی ان کے بلاد شرک میں قیام کی وجہ سے۔

فتح مکہ سے قبل جو کوئی اسلام لایا اس کے لیے لازم تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف ہجرت کرے، آپ ﷺ کا ساتھ دے اور مدد و نصرت کرے۔ کسی کے لیے جائز نہ تھا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو چھوڑ کر اپنے وطن کو چلا جائے۔ لیکن فتح مکہ کے بعد یہ حکم ختم ہو گیا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

»لاَ هِجْرَةَ بَعْدَ الفَتْحِ«

" فتح مکہ کے بعد اب (مکہ سے مدینہ کی طرف) ہجرت باقی نہیں رہی۔ "[7]

اس فرمان نبوی ﷺ کے مطابق مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی فرضیت ختم ہو گئی تھی۔ لیکن ہجرت کی مشروعیت باقی ہے جب ایک بندہ دار الکفر میں ایمان لائے تو جب تک وہاں مشرکین کے احکامات جاری و ساری رہیں گے اس کے لیے وہاں قیام درست نہ ہو گا۔ اور اس کے لیے مسلمانوں کے علاقوں کی طرف ہجرت لازم ہو گی۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"أنا بريئ من كل مسلم مقيم مع المشركين"

"میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے ہاں قیام پذیر ہے۔"

جب ایک فرد کے لیے لازم ہے کہ اگر وہ مشرکین کی سرزمین میں اسلام قبول کرے تو دار الاسلام میں آ جائے اور مشرکین کے

---

(6) النساء:97

(7) صحيح البخاري:2825

احکامات کے جاری و ساری ہونے کی صورت میں وہاں مزید قیام نہ کرے تو پھر ایک مسلمان کے لیے کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ بلاد اسلامیہ میں سے غیر مسلم ممالک میں جائے چاہے تجارت کے لیے یا کسی اور غرض سے۔[8]

مالکیہ کے ہاں:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مسلمان اگر کمزور ہو اور دارالکفر میں دین کا اظہار نہ کر سکے تو اس کے لیے وہاں قیام جائز نہیں ہے۔ اس کے لیے ہجرت لازم ہو گی۔ لیکن اگر وہ ہجرت کی طاقت نہ رکھتا ہو تو طاقت ملنے تک معذور ہے۔ اور اگر اس کے ہجرت سے قبل وہ شہر مسلمانوں نے فتح کر لیا تو اس سے ہجرت ساقط ہو گئی۔ اور اگر وہ اپنے اظہار دین پر قدرت رکھتا ہو اس لیے کہ وہ قوم میں 'مطاع' ہو یا اس کے رشتہ دار ہوں جو اس کی مدد و نصرت کر سکیں اور اسے اپنے دین سے متعلق فتنہ کا بھی کچھ خوف نہ ہو تو اس کے لیے ہجرت واجب نہ ہو گی۔ لیکن اس کے لیے مستحب ہو گا کہ وہ ہجرت کر کے مسلمانوں کے جتھے کو اپنے وجود سے مضبوط کرے۔"[9]

حنابلہ کے ہاں:

حنابلہ کا بھی اس بارے میں وہی موقف ہے جو شوافع کا ہے کہ شرکیہ سرزمین سے اس وقت ہجرت کرنا واجب ہو جائے گا جب کوئی شخص اپنے دین کا اظہار نہ کر سکے اور فتنہ کا خوف ہو۔

ابن قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہجرت سے متعلق لوگوں کی تین اقسام ہیں:

اول: جن کے لیے ہجرت واجب ہے۔

وہ شخص جو ہجرت کی قدرت رکھتا ہو، دارالکفر میں اپنے دین کا اظہار نہ کر سکتا ہو اور کفار میں رہتے ہوئے واجب دینیہ پر عمل نہ کر سکتا ہو تو اس کے لیے ہجرت کرنا واجب ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّـهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَـٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا[10]

" جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے اُن کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔"

یہ شدید وعید ہجرت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ واجبات دینیہ کا التزام ہر اس شخص کے لیے لازم ہے جو قدرت رکھتا ہو۔

دوم: جس کے لیے ہجرت لازم نہیں ہے:

یہ لوگ ہیں جو ہجرت کرنے سے قاصر ہیں، اپنے مرض کی وجہ سے، یا وہاں قیام کے لیے وہ مجبور ہیں یا وہ خواتین اور بچوں کی وجہ سے

---

[8] المقدمات لابن رشد:5، 465-467

[9] الروضة:10، 282

[10] النساء:97

کمزور ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے لیے ہجرت ضروری نہ ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾ فَأُولَـٰئِكَ عَسَى اللَّـهُ أَن يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّـهُ عَفُوًّا غَفُورًا"[11]

"ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے (98) بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور در گزر فرمانے والا ہے۔"

ایسے لوگوں کے لیے ہجرت کو مستحب بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ وہ قدرت ہی نہیں رکھتے۔

سوم: جن کے لیے ہجرت مستحب ہو واجب نہ ہو:

یہ وہ لوگ ہیں جو ہجرت کی طاقت رکھتے ہیں لیکن ان کے لیے دار الکفر میں اپنے دین کا اظہار ممکن ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے مستحب تو ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں، مسلمانوں کی کثرت کا سبب بنیں، ان کے معاون بنیں، کفار کی کثرت سے اور ان میں ضم ہونے بچیں لیکن ان کے لیے ہجرت واجب نہیں ہے، کیونکہ ان کے لیے ہجرت کے بغیر ہی واجبات دینیہ پر عمل کرنا ممکن ہے۔

نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ مسلمان ہونے کے باوجود مکہ ہی میں مقیم رہے تھے۔[12]

نعیم النحام رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب انھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو ان کی قوم بنو عدی کے کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور کہنے لگے:

آپ ہمارے پاس ٹھہرے رہیں، اپنے دین پر عمل کریں، آپ کو جو ایذا پہنچانا چاہے گا ہم اس سے آپ کی حفاظت کریں گے اور جب تک چاہیں ہمارے پاس قیام کریں۔ تو وہ بنو عدی کے ہاں قیام پذیر رہے اور کچھ عرصہ قیام کے بعد ہجرت کی۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: تمہاری قوم مجھ سے بہتر ثابت ہوئی، میری قوم نے مجھے اپنے شہر سے نکال دیا اور مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جبکہ تمہاری قوم نے تمہاری حفاظت کی اور تمھیں بچایا۔ وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! بلکہ آپ کی قوم نے آپ کو اطاعت الٰہی اور دشمن سے جنگ کی طرف نکالا جبکہ میری قوم نے مجھے ہجرت اور اطاعت الٰہی سے روکے رکھا۔[13]

اس مسئلہ میں اقوال ائمہ پیش کرنے کے بعد ضروری ہے کہ ان کے مابین محل اختلاف اور محل اتفاق کی وضاحت کر دی جائے۔

تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ شرکیہ و کفریہ سرزمین سے دار الاسلام میں ہجرت کر جانا اس وقت واجب ہو جائے گا جب مسلمان کفریہ سرزمین میں اپنے دین کے اظہار سے عاجز ہو اور واجب دینیہ پر عمل نہ کر سکے۔

جہاں تک ایسے شخص کی بات ہے جو کفریہ سرزمین میں شعائر دینیہ کا اظہار کر سکے تو جمہور کے ہاں اس کے لیے دار الاسلام میں ہجرت کرنا واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ اپنے دین پر عمل پیرا ہونے کی قدرت و طاقت رکھتا ہے۔ البتہ وہاں سے نکلنا اس کے لیے مستحب

---

(11) النساء:98۔99

(12) السنن الكبري للبيهقي:9، 15

(13) الإصابة:3، 537، 538

ہے۔ البتہ مالکیہ کے ہاں ہجرت ہر حال میں واجب ہے۔

ہجرت کے سلسلہ میں ائمہ کے مختلف اقوال بیان کرنے کے بعد اب ہم ان کے دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔

1۔ جن کے نزدیک دارالکفر میں قیام جائز ہے:

1۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ

جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ عَنِ الهِجْرَةِ، فَقَالَ: «وَيْحَكَ إِنَّ الهِجْرَةَ شَأْنُهَا شَدِيدٌ، فَهَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَتُعْطِي صَدَقَتَهَا»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَهَلْ تَمْنَحُ مِنْهَا؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَتَحْلُبُهَا يَوْمَ وُرُودِهَا»، قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَاعْمَلْ مِنْ وَرَاءِ البِحَارِ، فَإِنَّ اللَّهَ لَنْ يَتِرَكَ مِنْ عَمَلِكَ شَيْئًا»[14]

"یک اعرابی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے ہجرت کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا: "تجھ پر افسوس! ہجرت تو بہت مشکل کام ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟" اس نے کہا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: "تم ان کی زکاۃ ادا کرتے ہو؟" اس نے عرض کیا: ہاں (زکاۃ ادا کرتا ہوں)۔ آپ نے فرمایا: "کیا تو ان میں کوئی اونٹنی دوسروں کو دیتا ہے تاکہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے؟" اس نے کہا: ہاں (ایسا کرتا ہوں) آپ نے فرمایا: "کیا تم، انہیں پانی پلانے کے روز، دودھ خیرات کرتے ہو؟" اس نے کہا: ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر تم تمام بستیوں (اور شہروں) سے پرے رہ کر عمل کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی عمل کا ثواب ضائع نہیں کرے گا۔"

اب اس اعرابی نے نبی کریم ﷺ سے مدینہ ہجرت کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ نبی ﷺ نے محسوس کیا کہ یہ اس کے لیے مشکل ہو گا تو اسے بتایا کہ ہجرت کرنا خاصا مشکل ہے۔ اور اسے اپنے وطن ہی میں رہنے اور وہیں رہ کر ایسے عمل کرنے کی ترغیب دلائی۔

اس حدیث سے استدلال یہ ہے کہ اگر ہجرت واجب ہوتی تو نبی کریم ﷺ اس کو کبھی ایسا نہ کہتے۔

2۔ صحیح بخاری ہی میں ہے کہ

عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: زُرْتُ عَائِشَةَ مَعَ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ اللَّيْثِيِّ، فَسَأَلْنَاهَا عَنِ الهِجْرَةِ فَقَالَتْ: «لاَ هِجْرَةَ اليَوْمَ، كَانَ المُؤْمِنُونَ يَفِرُّ أَحَدُهُمْ بِدِينِهِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى، وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَخَافَةَ أَنْ يُفْتَنَ عَلَيْهِ، فَأَمَّا اليَوْمَ فَقَدْ أَظْهَرَ اللَّهُ الإِسْلاَمَ، وَاليَوْمَ يَعْبُدُ رَبَّهُ حَيْثُ شَاءَ، وَلَكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ»[15]

"حضرت عطاء بن ابی رباح سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ میں عبید بن عمیر لیثی کے ہمراہ حضرت عائشہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے ان سے ہجرت کے متعلق سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: اب ہجرت نہیں رہی، کیونکہ ایک وقت

---

[14] صحيح بخاري:2633

[15] صحيح بخاري:3900

تھا جب مومن اپنے دین کی حفاظت کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بھاگتے تھے۔ انہیں یہ خوف تھا کہ وہ دین کے بارے میں فتنے میں پڑ جائیں گے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ آج اہل ایمان جہاں چاہیں اپنے رب کی عبادت کر سکتے ہیں، البتہ جہاد اور اس کی نیت کا ثواب باقی ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

أَشَارَتْ عَائِشَةُ إِلَى بَيَانِ مَشْرُوعِيَّةِ الْهِجْرَةِ وَأَنَّ سَبَبَهَا خَوْفُ الْفِتْنَةِ وَالْحُكْمُ يَدُورُ مَعَ عِلَّتِهِ فَمُقْتَضَاهُ أَنَّ مَنْ قَدَرَ عَلَى عِبَادَةِ اللَّهِ فِي أَيِّ مَوْضِعٍ اتَّفَقَ لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِ الْهِجْرَةُ مِنْهُ وَإِلَّا وَجَبَتْ[16]

"حضرت عائشہؓ نے یہاں ہجرت کی مشروعیت کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا سبب فتنہ کا خوف ہے۔ اور یہ حکم اپنی علت کے ساتھ ملحق ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ جو کوئی جہاں بھی اللہ کی عبادت پر قدرت رکھتا ہو وہاں سے ہجرت کرنا اس کے لیے واجب نہیں ہے۔ اگر وہ عبادت نہ کر پاتا ہو تو ہجرت کرنا اس کے لیے واجب ہو گا۔"

3۔ صحیح مسلم میں حضرت بریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ جب کسی بڑے لشکر یا چھوٹے دستے پر کسی کو امیر مقرر کرتے تو اسے خاص اس کی اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی اور ان تمام مسلمانوں کے بارے میں، جو اس کے ساتھ ہیں، بھلائی کی تلقین کرتے، پھر فرماتے: "اللہ کے نام سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جو اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں ان سے لڑو، نہ خیانت کرو، نہ بد عہدی کرو، نہ مثلہ کرو اور نہ کسی بچے کو قتل کرو اور جب مشرکوں میں سے اپنے دشمن سے ٹکراؤ تو انہیں تین باتوں کی طرف بلاؤ، ان میں سے جسے وہ تسلیم کر لیں، (اسی کو) ان کی طرف سے قبول کر لو اور ان (پر حملے) سے رک جاؤ، انہیں اسلام کی دعوت دو، اگر وہ مان لیں تو اسے ان (کی طرف) سے قبول کر لو اور (جنگ سے) رک جاؤ، پھر انہیں اپنے علاقے سے مہاجرین کے علاقے میں آ جانے کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان کے لیے وہی حقوق ہوں گے جو مہاجرین کے ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مہاجرین پر ہیں۔ اگر وہ وہاں سے نقل مکانی کرنے پر انکار کریں تو انہیں بتاؤ کہ پھر وہ بادیہ نشیں مسلمانوں کی طرح ہوں گے، ان پر اللہ کا وہی حکم نافذ ہو گا جو مومنوں پر نافذ ہوتا ہے اور غنیمت اور فے میں سے ان کے لیے کچھ نہ ہو گا مگر اس صورت میں کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر جہاد کریں۔ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیے کا مطالبہ کرو، اگر وہ تسلیم کر لیں تو ان کی طرف سے قبول کر لو اور رک جاؤ اور اگر وہ انکار کریں تو اللہ سے مدد مانگو اور ان سے لڑو اور جب تم کسی قلعے (میں رہنے) والوں کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے چاہیں کہ تم انہیں اللہ اور اس کے نبی کا عہد و پیمان عطا کرو تو انہیں اللہ اور اس کے نبی کا عہد و پیمان نہ دو بلکہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی طرف سے عہد و امان دو، کیونکہ یہ بات کہ تم لوگ اپنے اور اپنے ساتھیوں کے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر بیٹھو، اس کی نسبت ہلکی ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عہد و پیمان توڑ دو۔ اور جب تم قلعہ بند لوگوں کا محاصرہ کرو اور وہ تم سے چاہیں کہ تم انہیں اللہ کے حکم پر (قلعے سے) نیچے اترنے دو تو انہیں اللہ کے حکم پر نیچے نہ اترنے دو بلکہ اپنے حکم پر انہیں نیچے اتارو کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ تم ان کے بارے میں اللہ کے صحیح حکم پر پہنچ پاتے ہو یا نہیں۔" (ابن ہشام نے کہا:) عبد الرحمان نے یہی کہا یا اسی طرح کہا۔ اسحا نے اپنی حدیث کے

---

[16] فتح الباري:7۔229

آخر میں یہ اضافہ کیا: یحییٰ بن آدم سے روایت ہے کہ (علقمہ نے) کہا: میں نے یہ حدیث مقاتل بن حیان سے بیان کی ۔۔ یحییٰ نے کہا: یعنی علقمہ نے ابن حیان سے بیان کی ۔۔ تو انہوں نے کہا: مجھے مسلم بن ہیصم نے حضرت نعمان بن مقرنؓ کے واسطے سے نبی ﷺ سے اسی طرح حدیث بیان کی۔"[17]

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ 'دارالہجرت' کے علاوہ دوسری سرزمین میں قیام بھی جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھیجے ہوئے لشکروں کو نصیحت کی تھی کہ وہ اسلام لانے والوں کو اختیار دیں کہ چاہے تو وہ وہاں سے ہجرت کر جائیں اور چاہے تو اپنے وطن میں قیام پذیر رہیں۔

4۔ حبشہ دارالکفر تھا، اور نجاشی کے اسلام لانے کے بعد بھی دارالکفر ہی رہا۔ کیونکہ احکام شریعہ کا نفاذ تو وہاں شروع نہیں ہوا تھا۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مکہ سے حبشہ ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرمائی اور وہاں سے نکلنے کی سبیل بنادی۔[18]

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں احکام شریعہ کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے۔ جبکہ حبشہ ہجرت کر جانے والوں میں سے کچھ تو مدینہ لوٹ آئے جبکہ کچھ وہیں رہتے رہے۔ جنھوں نے اپنا قیام وہیں رکھا وہ 7 ہجری کو مدینہ آ گئے تھے۔ جن میں حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے ہاں بھیجا کہ وہ مہاجرین کو لے کر آئیں۔ تو وہ مہاجرین دو سفینوں میں سوار ہو کر آ گئے، اس وقت نبی کریم ﷺ خیبر کے مقام پر تھے، اور یہ صلح حدیبیہ کے بعد کا واقعہ ہے۔[19]

اس سے استدلال یہ ہے کہ مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہو جانے کے باوجود بھی کچھ صحابہ کرام کفریہ سرزمین میں زندگی بسر کرتے رہے۔ یہ بات نبی کریم ﷺ کے علم میں بھی تھی۔ اس کے باوجود بھی ان پر کوئی تنکیر نہیں کی گئی کیونکہ وہ حبشہ میں اپنے دین پر عمل پیرا تھے۔

2۔ جن کے نزدیک دارالکفر میں قیام ناجائز ہے:

قرآن سے دلائل

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

"إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ ۖ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّـهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَـٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ

---

(17) صحيح مسلم:1731

(18) سيرة ابن هشام:2، 321

(19) سيرة ابن هشام:3، 359

مَصِيرًا" [20]

" جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے اُن کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ تم کس حال میں مبتلا تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور و مجبور تھے فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔"

تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے عذاب کی وعید سنائی، اس وجہ سے کہ انھوں نے ہجرت کو ترک کر دیا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ۔"[21]

"جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے، اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کر کے (دارالاسلام میں) آنہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے، لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے ولایت کا تعلق ختم ہونے کا کہا ہے جو اسلام لانے کے بعد ہجرت کر کے دارالاسلام میں نہیں گئے۔ تو یہ آیت ہجرت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

سنت سے دلائل

جامع ترمذی میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ

أَنّ رَسُولَ اللهِ ﷺ بَعَثَ سَرِيّةً إِلَى خَثْعَمٍ، فَاعْتَصَمَ نَاسٌ بِالسُّجُودِ فَأَسْرَعَ فِيهِم الْقَتْلَ، فَبَلَغَ ذَلِكَ النّبِيّ ﷺ فَأَمَرَ لَهُمْ بِنِصْفِ الْعَقْلِ وَقَالَ: "أَنَا بَرِيءٌ مِنْ كُلِّ مُسْلِمٍ يُقِيمُ بَيْنَ أَظْهُرِ الْمُشْرِكِينَ"، قَالُوا: يَارَسُولَ اللهِ! وَلِمَ قَالَ: "لَاتَرَايَا نَارَاهُمَا"[22]

" رسول اللہ ﷺ نے قبیلہء خثعم کی طرف ایک سریہ روانہ کیا، (کافروں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں میں سے) کچھ لوگوں نے سجدہ کے ذریعہ پناہ چاہی، پھر بھی انہیں قتل کرنے میں جلدی کی گئی، نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ نے ان کو آدھی دیت دینے کا حکم دیا اور فرمایا: 'میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکوں کے درمیان رہتا ہے'، لوگوں نے

---

[20] النساء:97

[21] الأنفال: 72

[22] جامع الترمذي: 1604

پوچھا: اللہ کے رسول! آخر کیوں؟ آپ نے فرمایا:'(مسلمان کو کافروں سے اتنی دوری پر سکونت پذیر ہونا چاہئے کہ) وہ دونوں ایک دوسرے (کے کھانا پکانے) کی آگ نہ دیکھ سکیں۔"

سنن ابوداؤد میں حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ جَامَعَ الْمُشْرِكَ وَسَكَنَ مَعَهُ, فَإِنَّهُ مِثْلُهُ[23]

"جو شخص کسی مشرک کی صحبت اختیار کرے اور اس کے ساتھ رہائش رکھے تو وہ بھی اسی کی طرح ہے۔"

سنن نسائی اور ابن ماجہ میں ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

لَا يَقْبَلُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ مُشْرِكٍ بَعْدَمَا أَسْلَمَ عَمَلًا، أَوْ يُفَارِقَ الْمُشْرِكِينَ إِلَى الْمُسْلِمِينَ[24]

"اللہ تعالیٰ کسی مشرک سے اس کے اسلام لانے کے بعد بھی کوئی عمل قبول نہیں فرماتا حتیٰ کہ وہ مشرکین کو چھوڑ کر مسلمانوں سے آملے۔"

سنن نسائی ہی میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ

»بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلّمَ عَلَى إِقَامِ الصّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ، وَعَلَى فِرَاقِ الْمُشْرِكِ«[25]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی نماز قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے، ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے اور مشرکین سے علیحدہ رہنے پر۔"

اس مسئلہ میں راجح اور اقرب الی الکتاب والسنۃ موقف پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس سلسلہ میں عرب وعجم علماء کے چند اقوال پیش کیے جائیں:

علّامہ نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"جو شخص کسی ایسے شہر منتقل ہونا چاہے، جس میں اہلِ کفر کا تسلط ہو تو وہ شخص فاسق اور گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے۔"[26]

علّامہ رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"یہ بھی ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ اگر مسلمانوں کا داخلہ اور احکام اسلامیہ کا اجراء اس ملک میں غلبہ کے ساتھ نہ ہو تو اس ملک کے دارالحرب ہونے میں کوئی فرق نہ ہوگا ورنہ جرمن اور روس اور فرانس اور چین وغیرہ سب کے سب دارالاسلام کہلانے کے مستحق ہو جائیں گے۔"[27]

مفتی اعظم سعودی عرب سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

(23) سنن ابوداؤد: 2787

(24) سنن نسائي: 2568

(25) سنن نسائي: 4175

(26) العبرة بماء جاء فی الغزو و الشهادة : 245

(27) تالیفات رشیدیہ:659

"ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اہلِ شرک کے ملکوں میں سفر سے اجتناب کرے الا یہ کہ انتہائی شدید ضرورت ہو۔"[28]

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ " من جامع المشرك و سكن معه فإنه مثله" کی شرح میں فرماتے ہیں:

"اللہ کے دشمن کی جانب متوجہ ہونا اور اس کو دوست بنانا لازمی طور پر اس مسلمان کو اللہ تعالی سے دور کر دیگا اور جو اللہ تعالی سے دور ہو جائے اسے شیطان دوست بنالیتا ہے اور اس کو کفر کی جانب لے جاتا ہے۔"[29]

علامہ محمد بن علی الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى تَحْرِيمِ مُسَاكَنَةِ الْكُفَّارِ وَوُجُوبِ مُفَارَقَتِهِم [30]

"اس حدیث میں کفار کے ساتھ سکونت اختیار کرنے کی حرمت اور ان سے جدائی اختیار کرنے کے وجوب کی دلیل ہے۔"

عصر حاضر کے مشہور مفسر قرآن حافظ صلاح الدین یوسف آیت مبارکہ

(وَمَن يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

" اس میں ہجرت کی ترغیب اور مشرکین سے مفارقت اختیار کرنے کی تلقین ہے۔" [31]

علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"پھر یہ بات بھی قابلِ وضاحت ہے کہ اگر مسلمانوں کا کسی ملک میں داخلہ و قیام اور اظہار احکام اسلام غلبہ کی صورت میں نہ ہو تو وہ بدستور دارِ حرب ہی رہے گا۔"[32]

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وہ احباب جو (یورپ) سے واپس آئے تو بعض فاسق اور بعض تو بالکل ہی لامذہب ہو کر لوٹے اس حال میں کے وہ دین کا مذاق اڑا رہے تھے۔"[33]

علّامہ محمد ادریس کاندھلوی رقمطراز ہیں:

"آج کل امریکا اور برطانیہ میں رہنے والے مسلمان حکومت کی اجازت سے احکام اسلام بجالاتے ہیں بغیر ان کی اجازت کے احکام اسلام بجا لانے پر قادر نہیں تو امریکا اور برطانیہ کی حکومت دارالحرب ہو گی۔"[34]

۱۳)مولانا سیّد احمد رضا بجنوری رقمطراز ہیں:

---

(28) فتاویٰ اسلامیہ:1/175

(29) عون المعبود: 7/338

(30) نيل الأوطار: 8/31

(31) تفسير أحسن البيان:تفسير سورة نساء، آيت 100

(32) انوار الباري :18/186

(33) فتاوي رسائل الشيخ :3/251

(34) عقائد اسلام:ص238

"موجودہ دور میں جبکہ دنیا کے ڈیڑھ سو ملکوں میں سے تقریباً ایک تہائی اسلامی ممالک ہیں باقی سب دیار کفر ہیں۔"[35]

علّامہ سیّد مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہود و مشرکین کی عداوت قرآن شریف میں صراحتاً مذکور ہے۔ پس ترک موالات ہندو اور انگریز اور یہود سب سے ہونی چاہیئے۔"[36]

فضیلۃ الشیخ داکٹر صالح الفوزان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کفار کے علاقوں میں مستقل اقامت اختیار کرنا اور مسلمانوں کے علاقوں میں سکونت پذیر ہونے سے گریز کرنا بھی ان سے محبت کی دلیل ہے۔"[37]

۱۷) علامہ نعیم الدین مراد آبادی رقمطراز ہیں:

"کفار کے ساتھ ایسی مجالست و مساحبت، موا کلت و مشاربت، تناصر و تعاون بھی ممنوع ہے، انہیں رازدار بنانا اپنے امور ان کے ہاتھ میں دینا بھی ناجائز ہے۔"[38]

علّامہ سیّد ابو الاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

"اسلام نہ اس حکومت کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک الملک یعنی اللہ سے بے تعلق ہو کر آزادانہ خود مختار قائم ہوئی ہو نہ اس قانون کو تسلیم کرتا ہے جو کسی انسان یا انسانوں کی کسی جماعت نے بطور خود بنالیا ہو، نہ اس عدالت کے حقِ سماعت و فصلِ خصومات کو تسلیم کرتا ہے جو اصل مالک و فرمانروا کے ملک میں اس کی اجازت (Sanction) کے بغیر اس کے باغیوں نے قائم کرلی ہو۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایسی عدالتوں کی حیثیت وہی ہے جو انگریزی قانون کی رُو سے ان عدالتوں کی قرار پاتی ہے جو برطانوی سلطنت کی حدود میں تاج کی اجازت کے بغیر قائم کی جائیں۔ ان عدالتوں کے جج، ان کے کارندے اور وکیل اور ان سے فیصلے کرنے والے جس طرح انگریزی قانون کی نگاہ میں باغی و مجرم اور بجائے خود مستلزم سزا ہیں، اسی طرح اسلامی قانون کی نگاہ میں وہ پورا عدالتی نظام مجرمانہ و باغیانہ ہے۔"[39]

مفتی محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں:

"فقہاء فرماتے ہیں کہ صرف ملازمت کی غرض سے کسی مسلمان کا دار الحرب میں رہائش اختیار کرنا اور ان کی تعداد میں اضافہ کا سبب بننا ایسا فعل ہے جس سے اس کی عدالت مجروح ہو جاتی ہے۔"[40]

علّامہ شیخ احمد شاکر محدث (قاضی القضاۃ سلطنت عثمانیہ مصر) رقمطراز ہیں:

---

(35) انوار الباری :۱۸، ۲۵۵

(36) مہر منیر: ص274

(37) ماہنامہ "محدث" (لاہور): نومبر ۲۰۱۱ء ص ۴۵

(38) حیات صدر الافاضل: ۲/ ۱۳۳

(39) ماہنامہ "ترجمان القرآن": اگست ۱۹۴۵ء

(40) سلسلہ فقہی مقالات: 13/5

"انگریزوں اور اہلِ فرانس کی اور ان کے حلیفوں اور ہمدردوں کی کسی بھی نوعیت کی مدد کا ارتکاب (اگر کوئی مسلمان) کرے گا، تو اگر اس کے بعد وہ نماز پڑھے گا تو اس کی نماز قبول نہیں ہو گی، وہ وضو، غسل یا تیمم کر کے پاک ہونا چاہے گا تو اس کا یہ عمل قابلِ قبول نہیں ٹھہرے گا۔ اس کی کسی قسم کی بھی عبادت لائقِ قبولیت نہیں ہو گی۔"(41)

علّامہ عبد الحی فرنگی محلی علیہ الرحمہ کے سامنے یہ استفتاء پیش ہوا کہ کچھ لوگ سرکارِ انگریز میں باعزت و وقار ہیں اور انہوں نے خلافِ شرع قانون وضع کیا ہے اور اسے قبول کیا ہے، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ علامہ فرنگی محلہ فرماتے ہیں:

"حق جل شانہ کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے:(و من لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولٰئک ھم الکافرون)پس ایسا قانون، جو خلافِ شرع کے ہو، قبول کرنا اس کا اہلِ اسلام پر حرام ہے اور جو اس کے موافق عمل کرے گناہ اس کا مقنن قانون کی گردن پر ہو گا اور کرنے والے نے اگر قانون شرعی کو برا سمجھا اور اس کے ساتھ راضی اور ان کو خلاف مصلحت وغیر کافی تصور کیا تو وہ کافر ہو گئے..... اور اگر انہوں نے قانونِ شریعت کو برا نہ سمجھا تو اگرچہ کافر نہیں ہوئے مگر بہت بڑے فاسق ہوئے۔"(42)

راجح موقف:

بلاد کفار میں رہنا جائز ہے یا نہیں اس بارے میں فقہاء کے موقف اور ان کے ادلہ ذکر کرنے کے بعد آیئے اب ہم اس سلسلہ میں راجح موقف ذکر کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں راجح اور مضبوط موقف یہی محسوس ہوتا ہے کہ اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو بلاد کفار میں رہنے کی اجازت ہے۔ یہی وہ موقف ہے جسے جمہور علماء نے اختیار کیا ہے۔

---

(41) کلمۂ حق: ص ۱۲۶

(42) مجموعۂ فتاویٰ: ۲/۴۸